غائبانہ جنازہ
سے متعلق
شبہات کا جواب
قسط نمبر ۱، ۲، ۳
از قلم
علامہ محمد عابد جلالی
صراط مستقیم پبلیکیشنز
6 مرکز الاولیس دربار مارکیٹ لاہور
042-7115771-0333-8173630

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

غائبانہ جنازہ سے متعلق شبہات کا جواب قسط نمبرا

ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دربار شریف پر غائبانہ نماز جنازہ کے ناجائز ہونے پر جو تاریخی سیمینار منعقد ہوا۔ اللہ تعالٰی نے اس پر دوررس اثرات مرتب فرمائے۔

8مارچ2008ء کو سیمینار کے موضوع پر محقق العصر مفکر اسلام بانی ادارہ ''صراط مستقیم'' پاکستان قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب حفظ اللہ تعالٰی نے جو مقالہ پیش کیا ہزاروں سامعین نے اسے کئی گھنٹوں تک بڑی یکسوئی کے ساتھ سماعت کیا۔ مقالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ناقابل تردید حقائق اور براہین پر مشتمل تھا۔

ادارہ ''صراط مستقیم'' پاکستان اور قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کی یہ کاوش حالات کی روش میں بہہ جانے والوں کیلئے ایک مینارہ نور کی مانند قرار پائی۔ اس سے جہاں اہل حق میں ایک خوشی کی لہر دوڑی وہاں افکار منکرین کیلئے یہ پیغام خزاں بھی ثابت ہوئی اور پروپیگنڈا کے زور پر سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اب بھی ان کے افکار پریشاں سے دھواں نکلتا دکھائی دے رہا ہے۔

اسی دھویں کی ایک سیاہی اصغر علی کوثر وڑائچ صاحب کا اس سیمینار سے متعلق کالم تھا جو روزنامہ نوائے وقت میں 12 مارچ 2008ء کو شائع ہوا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے جلد ہی اس کا جواب لکھا مگر نوائے وقت کی کچھ اپنی مجبوریوں کی بنیاد پر جواب شائع ہونے میں کچھ تاخیر ہوئی اور جواب میں قطع و برید بھی کی گئی اس کے باوجود 28مارچ2008ء کو نوائے وقت کے ملی ایڈیشن میں یہ جواب چھپا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کا جواب ایسا دندان شکن تھا کہ اصغر علی وڑائچ صاحب کو پھر کچھ لکھنے کی جسارت نہ ہو سکی لیکن اپنے وکیل کی ناکامی دیکھ کر مخالف فریق کو خود پردے سے باہر نکلنا پڑا اور گیارہ تا سترہ ربیع الثانی کے ہفت روزہ غزوہ میں مبشر احمد ''ربانی'' نامی ایک مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے آرٹیکل کا جواب دینے کا شوق پورا کرنا چاہا۔

ہمارا خیال تھا کہ غائبانہ جنازہ کو اپنا شعار بنانے والے عادل مزاجی کا مظاہرہ کریں گے اور حق تسلیم کر لیں گے یا پھر ان کی طرف سے بہت جلد اور کوئی قابل ذکر بات سامنے آئیگی لیکن اتنی دیر کے باوجود بھی ایک بچگانہ جوابی کوشش سامنے آئی۔ شاید ان کے ''ترکش'' میں آخری تیر یہی تھا۔

ہم نے اپنے استاد محترم قبلہ جلالی صاحب سے عرض کیا ہے کہ ایسے جوابات کے رد میں آپ اپنا وقت ضائع نہ فرمائیں ہماری طرف سے کھلی دعوت ہے جو بھی جواب دینے کی کوشش کرے گا ہم ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ ان شاء اللہ تعالیٰ حق کی حمایت کی خاطر اسکی بولتی بند کریں گے۔ مگر اچھا ہوتا اگر کوئی قابل ذکر بندہ جواب دیتا۔

مولوی مبشر احمد صاحب نے جواب کو تین اقساط تک پھیلایا ہے۔ اس کے اوہام کے تفصیلی رد سے پہلے اجمالی جائزہ یہ ہے۔

1۔ لگتا ہے انہوں نے قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کا تفصیلی مقالہ بغور پڑھا ہی نہیں ہے۔ اخبار میں چھپنے والے مختصر مضمون کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے جن اوہام کا اظہار کیا ہے ان میں سے بہت سے اوہام کا جواب تو قبلہ ڈاکٹر صاحب خود اپنے مقالہ میں دے چکے ہیں۔

2۔ کچھ مقامات ایسے ہیں جو انہوں نے پڑھے تو شاید ہوں لیکن سمجھ نہیں سکے اور سمجھے بغیر ہی انہوں نے اعتراض بازی کا شغل کیا ہے۔ چنانچہ پانی کے بغیر ہی موزے اتارے نظر آتے ہیں۔

3۔ انہیں یہاں تک بھی خبر نہیں ہے کہ کس مصنف یا کتاب کا حوالہ انہیں سہارا دے سکتا ہے یا ہمارے مقابل کس کی بات کو بطور ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔

4۔ جواب کا حجم بڑھانے کیلئے انہوں نے دائیں بائیں کی باتیں بھی شامل کی ہیں بلکہ کتب حوالہ میں اپنے اسلاف کی کتابیں ہمارے مقابلہ میں بطور حوالہ پیش کرتے رہے۔

5۔ جواب میں وہ گھسی پٹی باتیں جو سالہا سال سے ان کے رسائل میں دوہرائی جاتی رہی ہیں ایک بار پھر اس موقع پر اس پٹاری کا منہ کھول دیا گیا۔

6۔ ''قرآن وسنت کی روشنی میں احکام ومسائل'' کا عنوان قائم کرنے کے باوجود

تینوں اقساط میں اپنے موقف کی صلب کی حیثیت سے ایک آیت یا ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے۔

7۔ بازاری زبان استعمال کر کے اپنے شکست خوردہ مزاج کو حوصلہ بخشا گیا اور مختلف مقامات پر علمی خیانت کا ارتکاب کیا گیا۔

8۔ کوثر وڑائچ صاحب کی تقلید میں غائبانہ نماز جنازہ کے ناجائز ہونے کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عجلت پسندی کا فتویٰ قرار دے کر ملت کے سامنے دجل کذب اور فراڈ کا ارتکاب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ہزاروں فقہاء، محدثین، مفسرین اور صوفیاء علیہم الرحمۃ کے اس موقف کو محض ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ کا موقف قرار دے کر اپنے ہی اسلاف کی تکذیب کر ڈالی جنہوں نے اپنی کتابوں میں یہ تو تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا مذہب ہے کہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے۔

9۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے اپنے آئمہ کی حق بیانی پر تبصرہ نہ کرنے میں عافیت سمجھی اور قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے مضمون کے اس حصہ کا جواب نہ دے کر زبان خامشی سے اقرار حق کر لیا گیا ہے۔

11۔ حدیث کی صحت وضعف کے بارے میں یہ معیار کہ جو مطلب کی ہو وہ صحیح ہے جو مطلب کی نہ ہو وہ صحیح نہیں مولوی مبشر صاحب کے جواب سے بالفعل ثابت ہو گیا ہے اور بدقسمتی سے یہ تلخ حقیقت بھی اس جواب سے واضح ہوگئی کہ اگر اپنی خواہش کے ثبوت میں ہو تو حدیث صحیح ہے اور وہی حدیث اگر شان رسالت کے بارے میں ہو تو ضعیف ہے۔ (معاذ اللہ)

12۔ قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے مقالہ و مضمون اور دلائل مولوی مبشر صاحب کی طویل جدوجہد کے باوجود بھی محفوظ رد رہے۔ اصولی دلائل کا کوئی جواب نہ بن سکا۔

پہلی قسط کا تفصیلی جواب

مولوی مبشر صاحب نے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت نقل کی ''نماز جنازہ کی

ادائیگی کیلئے میت کا موجود ہونا ضروری ہے اور غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے'' اس کے بعد مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے: ''لیکن اس کے ضروری اور لازمی ہونے کی کوئی دلیل شرعی انہوں نے پیش نہیں کی اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ ضروری اور لازمی ہونے کیلئے کس قسم کی دلیل درکار ہوتی ہے''۔

بندہ کہتا ہے: عاقل کیلئے تو یہ دونوں چیزیں قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب نے بیان فرمادی ہیں انہوں نے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو پیش کیا۔ جس کو تم نے خود نقل بھی کیا ہے کہ جلالی صاحب لکھتے ہیں: ''دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین صحابہ انصار و مہاجرین میں سے کئی صحابہ دور دراز شہروں میں جنگوں میں شہید ہوتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ نہیں پڑھائی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز شہروں میں معرکوں میں شہید ہوتے رہے مگر کسی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے کسی بھی ایسے شہید یا فوت شدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جس کا جسم ان کے سامنے موجود نہ ہو............الخ

بندہ کہتا ہے۔ مولوی مبشر صاحب جواب کے آغاز ہی میں حواس کھو بیٹھے ہیں۔ ایک طرف لکھتے ہیں کہ جلالی صاحب نے نماز جنازہ کیلئے میت کے موجود ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی دوسری طرف کہتے ہیں کہ جلالی صاحب کی دلیل یہ ہے۔ خود ان کے اپنے کلام میں تعارض ہے کبھی ان کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کے دعوئ پر دلیل نظر آتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی اور اگر وہ اس دلیل کو دلیل شرعی نہیں سمجھتے تو پھر حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ** ۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۵۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور'' وفیہ فعلیہ''۔ سنن ابن ماجہ ص ۴، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴، تصویر بیروت۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۷، طبعۃ العراق۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۲، ۱۲۷، المیمنہ۔ التمہید لابن عبدالبر ج ۸ ص ۶۶، ۱۱۶، المغرب۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی ج ۱۳ ص ۲۹۲، دار الفکر بیروت۔

نصب الرایہ للزیلعی ج۱ ص۱۲۶، المکتبۃ الاسلامیہ۔ السنۃ لابن ابی العاصم ج۱ ص۲۹،۳۰، المکتب الاسلامی۔ الترغیب والترہیب للمنذری ج۱ص۷۸، مصطفیٰ الحلبی۔ تلخیص الحبیر لابن حجر ج۱۳ ص۲۹۲، دارالفکر۔ الشفاء للقاضی عیاض الاندلسی ج۲ ص۲۴، الفارابی۔ موارد الظمآن للبیہقی ص۱۰۳، السلفیہ۔ اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی ج۳ ص۴۱۸، ج۹ ص۳۳۵، تصویر بیروت۔ الاسرار المرفوعہ لعلی القاری ص۳۱۶، موسسۃ الرسالۃ۔ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ج۴ ص۲۲۸، عیسیٰ الحلبی)

"تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اور اسے اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ یعنی مضبوطی سے پکڑے رکھو"۔

جب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ثبوت دیا جس کا تم رد نہ کر سکے۔ دور دراز اولین مہاجرین و انصار شہید ہوتے رہے اور رسول اللہ ﷺ نے انکی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں فرمائی اور خلفا راشدین نے اپنے عہد میں بھی کسی کی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں کی تو یہ میت کے موجود ہونے کے لزوم کی دلیل ہے اور اس کا معیار بھی ہے۔ اور میں آپکو یاد دلاؤں کہ قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے جن الفاظ پر آپکو اعتراض ہے یہ تو آپکے اپنے امام ابن قیم کے بھی ہیں انہوں نے باقاعدہ فصل قائم کی ہے۔

"فصل فی ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ علی الغائب"

"غائبانہ جنازے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے بارے میں فصل"

انہوں نے اس فصل میں لکھا ہے جسے قبلہ ڈاکٹر صاحب اپنے مقالہ میں بھی لکھ چکے ہیں۔

"وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَدْيِهِ وَسُنَّتِهِ ﷺ الصلوٰةُ عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ فَقَدْ مَاتَ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ غُيَّبٌ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ"۔

(زادالمعاد جلد۱ ص۴۱۴، لابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، طبع دارالفکر بیروت)

"ہر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا اور نہ ہی آپکی سنت تو کثیر مسلمان دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انکی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی"۔

چنانچہ مولوی مبشر صاحب تمہارے امام ابن قیم میت کے غیر موجود ہونے کی صورت میں نماز جنازہ نہ پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت قرار دے رہے ہیں اور میت کے موجود ہونے کی صورت میں جنازہ کو سنت قرار دے رہے ہیں تو تم اس سے راہ فرار کیوں اختیار کیے ہوئے ہو۔ نماز جنازہ کے مسنون ہونے کیلئے میت کے وجود کے لازمی ہونے پر جو دلیل تمہارے امام ابن قیم کی ہے وہی دلیل نماز جنازہ کے جائز ہونے کیلئے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی ہے۔

دیکھئے تمہارے امام ابن قیم نے اس دلیل کو بڑے اطمینان سے رد کئے بغیر نقل کیا ہے۔

تَرْكُهُ سُنَّةٌ كَمَا اَنَّ فِعْلَهُ سُنَّةٌ۔ (زاد المعاد ج ا ص ۱۴۱، لابن قیم جوزیہ دار الفکر)

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو کرنے سے اس کا کرنا سنت بن جاتا ہے ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کا نہ کرنا سنت بن جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی مبشر صاحب آپ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر نہیں کم از کم اپنے امام کے کہنے پر ہی غائبانہ جنازہ کو ترک کر کے راہ سنت پہ آ جائیں۔

غائبانہ نماز جنازہ، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور درود وسلام

قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے کالم پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ جلالی صاحب نے اپنی مذکورہ عبارت (جو دلیل یہ ہے سے شروع ہو رہی ہے)

میں اپنے بہت سارے مسائل اور شعار پر پانی پھیر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں اگر ایسی بات ہے تو آپ حضرات کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا کہ جن شعائر کو مٹانے کیلئے تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے لیکن ہر لمحہ تمہیں ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے وہ تمہارا مشن (معاذ اللہ) بقول تمہارے پورا کر دیا ہے اور تمہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا لیکن تمہاری اشکباری سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے نہیں بلکہ تمہارے کئے دھرے اور

شعار پر پانی پھیر دیا ہے۔

بات چلی تھی غائبانہ جنازہ کی لیکن مولوی مبشر صاحب کو عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد میں درود وسلام کا دورہ پڑ گیا نہ جانے انہیں جنازہ اور عید میں کیا مماثلت نظر آئی اور موضوع چھوڑ کر دوسرے تیسرے موضوع پر آ گئے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ ڈینش گستاخوں کی گستاخیوں کے بعد اگر حرمت رسول ﷺ کانفرنس، چاکنگ اور فلیکس بورڈز کا اہتمام کرنا کسی نئی آیت کے نازل ہوئے بغیر محض حالات کے تقاضے پر جائز بھی ہو گیا ہے اور کار ثواب بھی گردانا جا رہا ہے (نیت خدا جانتا ہے) تو شاید عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد درود وسلام کا مسئلہ بھی اب تو سمجھ آ ہی گیا ہوگا مگر پتہ چلا کہ اندر کا معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔

غائبانہ جنازہ کے ساتھ ان مسائل کا کوئی تعلق نہیں تھا یہاں ان مسائل کا یوں ذکر کرنا اور اس پر بغلیں بجانا کچھ یوں ہے، جس طرح رات کو کوئی پہرے دار کسی کو کسی غلط ارادے پر چلتے ہوئے پکڑ لے تو شاطر کہنا شروع کر دے لوگو اس میں اور مجھ میں فرق کیا ہے اگر میں غلط ہوں تو یہ بھی غلط ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو میں بھی صحیح ہوں لوگ پوچھیں وہ کیسے؟ تم اپنے آپ کو کیسے اس کیساتھ ملا رہے ہو۔ تو وہ کہے میرا بھی جرم یہی ہے کہ میں رات کے اندھیرے میں تنہا جا رہا تھا تو یہ بھی اندھیرے میں تنہا جا رہا تھا لوگ کہیں گے تیرا چلنا اور ہے پہرے دار کا چلنا اور ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے اس قول پر کہ "جب خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھایا تو تم کیوں پڑھتے ہو (تلخیصا)" لکھا جب خلفا راشدین نے عید میلاد نہیں منائی تو تم کیوں مناتے ہو۔ کیونکہ مولوی مبشر صاحب کے خیال میں عید میلاد شریف منانے پر کوئی دلیل نہیں ہے تو مطلب یہ بنا جب تم بغیر دلیل عید میلاد مناتے ہو "تو" کچھ نہیں ہوتا ہم بغیر دلیل غائبانہ جنازہ پڑھ لیں تو پھر کیا ہوگا۔ چنانچہ عید میلاد اور درود وسلام کیساتھ اس مسئلے کو اٹیچ کر کے اپنے موقف کو خود بے بنیاد مان لیا ہے۔

جہاں تک ہمارا موقف ہے تو عید میلاد اور درود وسلام کے بارے میں

ہمارے پاس ان کے بیسیوں دلائل موجود ہیں اصل میں اپنی چوری چھپانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے اسلوب بیان پر اعتراض کیا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے یہ اسلوب اختیار ہی اس لئے کیا تھا کہ انہیں آئینہ دکھایا جا سکے کہ ایک قانون اگر ان کی اپنی خواہش کو پورا کرتا ہوتو وہ قانون صحیح ہے اور اگر اسی قانون سے شان رسالت کا اظہار ہوتا ہو اور محبت رسول ﷺ کی دلیل بنتا ہوتو وہی قانون ان کے نزدیک غلط ہے۔

غیر مقلدین کے بہت بڑے امام ثناء اللہ امرتسری سے غائبانہ جنازے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جائز ہے یا ناجائز ہے انہوں نے جواب میں کہا درست ہے اور دلیل یہ ہے "کسی صحابی سے غائب پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی ہے"۔
(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۴۳، اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور)

اب ملاحظہ کیجئے جب ہم دیگر دلائل کے علاوہ یہ کہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اذان سے قبل درود شریف سے ممانعت نہیں آئی اس وقت یہی قانون غلط قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اگر چہ ممانعت نہیں آئی مگر جائز تب ہوگا جب صحابہ نے پڑھا ہو ورنہ جائز نہیں ہے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب ان حضرات کا دوہرہ معیار ثابت کرنا چاہتے تھے وہ ثابت ہوگیا ہے۔ مولوی مبشر صاحب اب پڑھنا چاہو تو پڑھو "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا"

جہاں تک قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عبارات کا تعلق ہے اگر مولوی مبشر صاحب خیانت نہ کرتے اور مکمل لکھ دیتے تو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں تھی مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی عبارت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہی ثابت کرنا چاہا کہ صحابہ کرام سے اگر ثابت نہ بھی ہو پھر بھی غائبانہ جنازہ جائز ہے منع نہیں ہے تو اتنے تکلف کی ضرورت کیا تھی یہ تو ڈاکٹر صاحب نے خود قانون بیان کیا ہے ڈاکٹر جلالی صاحب لکھتے ہیں "ہاں یہ قانون ذہن میں رکھا جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا اس کے منع ہونے پر دلیل نہیں ہے لیکن کسی کام کے کرنے کا شریعت میں حکم بھی ہو اور اس کا شدید تقاضا بھی موجود ہو رسول اللہ ﷺ کو وہ کام کرتے صحابہ کرام نے دیکھا بھی ہو اور صحابہ کرام پھر بھی نہ کریں تو یہ اس بات کی دلیل بنے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے نزدیک وہ کام جائز نہیں ہے ورنہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی جتنی انہیں تڑپ تھی وہ ضرور عمل کرتے اور پھر جو عمل ادا ہی بشکل جماعت ہوتا ہے وہ اگر پایا جاتا تو اس کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہوتا''۔

عید میلاد النبی ﷺ پر نماز جنازہ کو کسی طرح بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ عید میلاد النبی ﷺ کی روح یہی ہے کہ اس بات پر رب ذوالجلال کا شکر ادا کرنا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر ہم پر کرم فرمایا ہے۔ جہاں تک اس کے عید ہونے کا تعلق ہے تو حدیث شریف ملاحظہ کیجئے۔

عن عمار بن ابی عمار قال قرأ ابن عباس: الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دینا و عندہ یھودی فقال لو أنزلت ھذہ الآیۃ علینا لا تخذنا یومھا عیدا فقال ابن عباس فانھا نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعۃ و یوم عرفۃ۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۰۱، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

''حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی'' آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور میں نے تمام کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین'' تو آپ کے پاس یہودی تھا اس نے کہا اگر نازل کی جاتی یہ آیت ہم پر تو ہم اس دن کو عید بناتے پس کہا ابن عباس نے پس بے شک نازل ہوئی ہے یہ دو عیدوں کے دن میں جمعہ کے دن میں اور عرفہ کے دن میں''۔

جب ایک آیت کے نزول کی وجہ سے اس دن کو عید شمار کیا جاتا ہے تو جس دن رسالتمآب ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں اس دن کے عید ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ یہ عید ایک احساس خوشی ہے۔ جو مختصر وقت کیلئے بھی ہو سکتا ہے جو جلوت میں بھی ہو سکتا ہے خلوت میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ جنازہ کا ایک خاص طریقہ ہے۔ اور پھر یوں ادائے شکر یہ بعد میں گھڑھا جانے والا عمل نہیں بلکہ شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود رہا ہے اس ولادت کے واقعات ایک ثانوی امر ہے اصل یہی ادائے شکر

ہے اور یہ عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ اختصار کے پیش نظر وہ دلائل ذکر نہیں کئے جا رہے۔

عید میلاد النبی ﷺ ایک مستحب عمل اور ادائے محبت ہے جس کی کوئی خاص ہیئت نہیں ہے جبکہ نماز جنازہ ایک فرض کفایہ ہے چنانچہ ایک مستحب عمل جسکے کوئی ارکان اور ہیئت نہیں ہے اس پر فرض کفایہ جس کے ارکان و ہیئت ہے قیاس کرنا کیسی جہالت ہے۔ چنانچہ ایک کام شریعت نے اصل کے لحاظ سے جسے فرض قرار دیا ہو اور اس کے احکام اتنے کھول کر بیان کئے ہوں۔ اور صحابہ کرام جانتے بھی ہوں اور تمہارے فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۴۱ کے مطابق وہ غائبانہ صورت میں سنت بھی ہو پھر بھی خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ کرام سے سند صحیح سے کہیں بھی ثابت نہ ہو تو پتہ چلا وہ جائز ہی نہیں سمجھتے تھے ورنہ صحابہ جس کی اصل فرض اور ثانوی مرحلے میں سنت ہو اس کام کو کبھی بھی ترک نہ فرماتے۔ چنانچہ عید میلاد کی جو روح ہے رسول اللہ ﷺ کی آمد پر خوشی رسول اللہ ﷺ کے فضائل و کمالات کا نظم و نثر میں تذکرہ یہ تو صحابہ سے بار ہا ثابت ہے مگر غائبانہ جنازہ پڑھانا سند صحیح سے صحابہ سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

ہاں یہ بھی ذہن میں رکھا جائے کہ عید میلاد تو اظہار خوشی ہے جو فرمان الٰہی "فلیفر حوا" کا تقاضا ہے آگے انسان کی ذاتی مالی اور زمانی حیثیت سے خوشی کا انداز، اہتمام، اسلوب اور حجم بدل سکتا ہے۔ لیکن کسی حرام فعل کے ارتکاب سے خوشی نہ منائی جائے۔ لیکن نماز جنازہ کا طریقہ، بندے کی ذاتی مالی اور زمانی حالت سے نہیں بدل سکتا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس طرح کھڑے ہو کر مخصوص طریقے سے ادا کیا تھا آج بھی اسی طریقے پر کمی زیادتی کے بغیر ادا کرنا پڑے گا۔ تو پتہ چلا نماز جنازہ کو عید میلاد النبی ﷺ پر قیاس کرنا غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ نے میلاد کی خوشی منائی ہے۔ کوئی کہے کہ انہوں نے خوشی میں یوں کیوں نہیں کیا تو ہم کہیں گے یہ عمل خوشی کا رکن نہیں ہے۔ لہذا اس کی نفی سے خوشی کی نفی نہیں ہوگی کیوں کہ کیفیت ہی ایسی ہے جبکہ جنازہ کی ایک حیثیت ہے وہ حیثیت جب صحابہ سے ثابت نہیں ہے کہ میت سامنے نہ ہو اور صحابہ نے جنازہ پڑھایا ہو۔ تو پتہ چلا ان سے یہ حیثیت ثابت نہ ہونے پر نماز جنازہ غائبانہ تو ناجائز

قرار پائے گی۔ مگر صحابہ سے عید میلاد کی جھنڈیاں ثابت نہ ہونے پر بھی عید میلاد جائز ہو گی کیوں کہ یہ اظہار خوشی ہے جس کا کوئی خاص طریقہ ہی نہیں ہے۔ (جاری ہے)

غائبانہ جنازہ سے متعلق شبہات کا جواب: قسط نمبر ۲

اسی طرح مولوی مبشر صاحب نے صلوٰۃ وسلام کے بارے میں دل کی بھڑاس نکالی ہے اور صلوٰۃ وسلام کو نماز جنازہ پر قیاس کرتے ہوئے اپنی فقہی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور قیاس مع الفارق کا ارتکاب کیا ہے۔

نماز جنازہ ایک فرض کفایہ عبادت ہے اور صلوٰۃ وسلام ایک مستحسن عمل ہے اسکی ھئیت اور ہے اُسکی ھئیت اور ہے۔ اسکی شرائط اور ہیں اُس کی شرائط اور ہیں صلوٰۃ وسلام میں تو عموم اتنا ہے کہ نہ زمان کی قید ہے نہ مکان کی قید ہے نہ زبان کی قید ہے نہ خاص صیغہ وترکیب کی کوئی قید ہے نہ ہی رب ذوالجلال نے کوئی قید لگائی ہے بلکہ فرمان خداوندی ہے "صلّوا علیہ" کے عموم سے اذان کا وقت بھی ہے اور بعد کا وقت بھی ہے، اور نہ ہی رسالتمآب ﷺ نے کوئی قید لگائی ہے بلکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بار بار سوال کرنے پر "ما شئت ان زدت فهو خير لك" ہی فرمایا ملاحظہ ہو پوری حدیث شریف حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

قلت يارسول الله انى أكثر الصلاة عليك فكم أجعل لك من صلاتى؟ فقال ما شئت قال قلت الربع قال ما شئت فان زدت فهو خير لك قلت النصف قال ما شئت فان زدت فهو خير لك قال قلت فالثلثين قال ما شئت فان زدت فهو خير لك قلت أجعل لك صلاتى كلها قال اذا تكفى همك و يغفر لك ذنبك۔ (جامع ترمذی ج ۳ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں تم پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں پس تمہارے لئے اپنے درود سے کتنا معین کروں فرمایا جتنا

چاہو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا چوتھا حصہ فرمایا جو تم چاہو پس اگر تو زیادہ کرے ربع سے تو تیرے لئے بہتر ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نصف فرمایا جو تو چاہے اگر تو زیادہ کرے گا نصف سے تو تیرے لئے بہتر ہے فرماتے میں نے عرض کیا دو تہائی فرمایا جو تو چاہے اگر تو زیادہ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہے پس میں نے عرض کیا میں سارا درود ہی پڑھوں گا فرمایا تب تو تیرے غموں کو کافی ہوگا اور تیرے گناہ مٹادے گا۔

تو کیا جنازہ کے متعلق بھی ماشنت ماشنت فرمایا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی قید نہیں لگائی اب کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ کہے اذان سے پہلے نہ پڑھو یا اذان کے بعد نہ پڑھو اور اگر کوئی اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر کتاب اللہ کے مطلق حکم کو مقید کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے تو اسے صاحب قرآن کا فرمان عالیشان ملحوظ رکھنا چاہئے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فما بال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب الله عزوجل ما کان من شرط لیس فی کتاب الله عزوجل فهو باطل وان کان مائة شرط الخ۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۴۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"فرمایا کیا حال ہے ان قوموں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرائط ہوں"۔

جامع ترمذی والی مذکورہ حدیث میں جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میں کل وقت میں آپ پر درود پڑھوں گا تو اس میں اذان سے پہلے کا وقت بھی اور بعد کا وقت بھی داخل ہے۔ پھر صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانه من صلی علیّ صلوٰة صلی الله علیه بها عشرا الخ۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۶ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

فرمایا جب تم مؤذن کو سنو پس اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پس بے شک جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ اس ایک مرتبہ درود کی وجہ سے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔

چنانچہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان سے پہلے اور بعد درود شریف تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی نہ کسی شکل میں رائج تھا۔ باقی جو حدود و قیود مولوی مبشر نے لگائی ہیں وہ بے جا ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دین کی اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع ٹہنی کو کہتے ہیں جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہوتا ہے مگر کچھ تقاضے جڑ کے اور ہوتے ہیں اور ٹہنی کے اور ہوتے ہیں جڑ نیچے جاتی ہے اور ٹہنی اوپر آتی ہے۔ جڑ پر پتے نہیں ہوتے اور ٹہنی پر ہوتے ہیں اگر قلبی عداوت نہ ہو تو سوغات محبت میں جس میں شریعت نے عموم رکھا ہے انکار کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

جبکہ نماز جنازہ شریعت میں معین ہے تکبیر سے شروع ہوتا ہے سلام پر ختم ہو جاتا ہے اس میں کمی زیادتی کی اجازت نہیں ہے۔ اول سے لیکر آخر تک اس کا تمام طریقہ شریعت نے بیان کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بھی نہ پڑھانے کی وجہ سے صحابہ میں غائبانہ جنازہ کسی شکل میں بھی موجود نہیں تھا تو آج پڑھنے والوں کو سوچنا چاہئے اگر جائز ہوتا تو صحابہ کرام ضرور پڑھتے۔

کیونکہ یہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور درود و سلام قبل از اذان و بعد از اذان کی طرح ہیں ہے کہ جس کیلئے شرائط اور ارکان نہ ہوں لہذا یہاں صحابہ کرام کا ترک عدم جواز رور ثابت کرتا ہے۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے بارے میں شیخ بدیث حضرت مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح صحیح مسلم سے عبارت پیش کی ہے لیکن ان کو یہ خبر نہیں کہ سعیدی صاحب نے اس عبارت سے رجوع کر لیا ہے اور شرح یحیح مسلم کے نئے ایڈیشن سے اس عبارت کو نکال دیا ہے اور حق والوں کا یہی شعار ہے کہ حق واضح ہو جانے پر ہٹ دھرم نہیں بنتے بلکہ بڑی عاجزی سے اسکو قبول کر لیتے یں۔ بلکہ سعیدی صاحب نے یہاں یہ عبارت لکھ دی ہے۔" اذان سے پہلے یا اس کے

بعد آہستہ یا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ارشاد ربانی صلّو علیہ وسلّمو ا تسلیما o کے عموم میں داخل ہے خاص طور پر اذان کے بعد درود شریف پڑھنا مسلم شریف کی حدیث کے مطابق مامور بہ ہے''۔ (شرح صحیح مسلم کی بعض عبارات سے رجوع ص ۱۱)

مولوی مبشر صاحب حدیث نجاشی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام دارالہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ کی الموطا کی شرح مصفّٰی میں اس حدیث پر یوں باب ذکر کیا ہے۔

باب یتقدم الامام و صف الناس خلفہ ویکبرون اربع تکبیرات ولو علی القبر او الغائب۔

یعنی نماز جنازہ میں امام آگے ہوگا اور لوگ اس کے پیچھے صفیں باندھیں گے اور چار تکبیریں کہیں گے اگرچہ یہ جنازہ قبر پر ہو یا غائب پر۔

مولوی مبشر صاحب نے بڑی حسرت سے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا نام لکھا مگر امام مالک علیہ الرحمہ کی موطا کی شرح مصفّٰی کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے خود امام مالک کی طرف رجوع نہیں کیا۔

امام مالک علیہ الرحمۃ تو غائبانہ جنازہ کو جائز ہی نہیں سمجھتے جیسا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں بھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اتنا سخت ہے کہ غائبانہ تو غائبانہ رہا اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں یا سر بھی مل جائے پھر بھی انکے نزدیک جنازہ جائز نہیں بلکہ میت کا موجود ہونا ضروری ہے ملاحظہ ہو امام مالک کی مشہور زمانہ کتاب المدونۃ الکبریٰ میں ہے۔

قال مالک لا یصّلی علی یدولا علی راس ولا علی رجل ویصّلی علی البدن۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۱۸۰، طبع بمطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر)

امام مالک فرماتے ہیں۔ نہ پڑھی جائے نماز ہاتھ پر اور نہ سر پر نہ پاؤں پر اور پڑھی جائے نماز بدن پر۔

اور پھر مزکورہ ترجمۃ الباب جو مصفّٰی میں ہے فنی طور پر اس کی حیثیت کیا ہے اعتبار تو مصنف کے اپنے ترجمۃ الباب کا ہوتا ہے نہ کہ کسی صدیوں بعد آنے والے

شارح کے ترجمۃ الباب کا پھر یہ ترجمۃ الباب تمہارے لئے دلیل ہی نہیں بن سکتا کیونکہ اس ترجمۃ الباب کا دو تہائی حصہ تو خود تمہارے خلاف ہے کہ ترجمۃ الباب میں ہے "ویکبرون اربع تکبیرات ولو علی القبر" تو چار تکبیریں بھی تمہارے موقف کے خلاف ہیں اور قبر پر پڑھنا بھی تمہارے موجودہ شعار سے مفقود ہے۔ پھر اگر امانت سے کام لیا جاتا تو مصفیٰ کے اسی صفحہ پر یہ عبارت موجود ہے جس میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے احناف کا مذہب بیان کرتے ہوئے حدیث نجاشی کے بارے میں فرمایا "انــــــــہ مخصوص بہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔

(مسوّی مصفیٰ شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص ۱۹۹، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل دستگیری کالونی کراچی)

قارئین کرام! اندازہ کیجئے غائبانہ جنازہ کے ان علمبرداروں کا موقف کتنا ضعیف ہے کہ سارے صحابہ و تابعین اور کبار آئمہ کو چھوڑتے ہوئے سرفہرست حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا سہارا لینا چاہا کہا جاتا ہے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" مگر یہ سہارا تنکے سے بھی کمزور ثابت ہوا کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں جہاں نماز جنازہ کے باب میں نماز جنازہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے وہاں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ میت سامنے موجود ہو۔ ملاحظہ کریں۔

وصفة الصلوٰة علیه ان یقوم الامام بحیث یکون المیت بینه وبین القبلة ویصطف الناس خلفه ویکبر اربع تکبیرات یدعو فیها للمیت ثم یسلم ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۹۳، داراحیاء العلوم بیروت)

یعنی میت پر نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اسکے اور قبلہ کے درمیان ہو اور لوگ امام کے پیچھے صفیں بنائیں اور امام چار تکبیریں کہے اور ان میں میت کیلئے دعا کرے پھر سلام پھیر دے۔

مولوی مبشر صاحب نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ایک قول کا سہارا لینے کی کوشش بھی کی ہے لیکن انکو اتنا شعور نہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ تو سرے سے شہید کی نماز جنازہ ہی کے قائل نہیں ہیں چہ جائیکہ غائبانہ پڑھی جائے ان کی مشہور زمانہ کتاب

''الام'' دیکھئے۔

قال الشافعي رحمه الله تعالیٰ: واذا قتل المشركون المسلمين في المعترك لم تغسل القتلیٰ ولم يصل عليهم ''الخ

(الام ص ۲۰۵، بیت الافکار الدولیۃ اردن)

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب مشرکین مسلمانوں کو قتل کر دیں معرکہ میں تو مقتولین (شہداء) کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

تو پتہ چلا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ ہی نہیں تو مبشر صاحب کس طرح اسکو دلیل بنا رہے ہیں جبکہ مولوی مبشر صاحب کے طبقہ کو ڈاکٹر صاحب کے اظہار حق پر جو شدید پریشانی لاحق ہوئی وہ شہداء کے غائبانہ جنازے کا دھندا ہے۔ اگر چہ مشہور غیر مقلد عالم دین عبدالحفیظ فیصل آبادی کے بقول حقیقت شہداء کچھ اور ہے۔ دیکھئے ماہنامہ صراط مستقیم اکتوبر 1994ء کراچی۔

مولوی مبشر صاحب نے علامہ ابن حجر عسقلانی کے سہارے اپنا موقف ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ وہ بھی شافعی ہیں تو چونکہ وہ شہید کی نماز جنازہ کے قائل ہی نہیں ہیں تو پھر ان کے قول سے یہ غائبانہ جنازہ پر کیسے دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ پھر اگر امام ابن حجر عسقلانی کی تمام عبارت ذکر کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ ابن حجر شہید کے سوا بھی اس طرح تھوک کے لحاظ سے غائبانہ جنازہ کے حق میں نہیں ہیں۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

وعن بعض أهل العلم انما يجوز ذلك في اليوم الذي يموت فيه الميت أو ما قرب منه لا ما اذا اطالت المدة حكاه ابن عبدالبر وقال ابن حبان انما يجوز ذلك لمن كان في جهة القبلة فلو كان بلد الميت مستدبر القبلة مثلا لم يجز۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۲۴۰، درالسلام الریاض)

یعنی بعض اہل علم کے نزدیک غائبانہ جنازہ کے جواز کیلئے یہ ضروری ہے کہ جنازہ فوتگی والے دن یا اس کے قریب ہو، اگر زیادہ وقت گزر جائے تو جائز نہیں ابن حبان نے کہا ہے اس میت کی نماز جنازہ غائبانہ جائز ہے جو قبلہ کی جہت میں ہو جس کا شہر قبلہ کی مخالف سمت میں ہو تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

نہیں کہ سجدوں کی اہمیت نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ صلاۃ والہمن کا درجہ سجدوں سے بھی بڑا ہے۔

تین بڑے جرم

رب ذوالجلال یہ واضح فرمانا چاہتا ہے کہ عذاب میں اسکی خوشی نہیں، اُسکی مرضی ہے کہ لوگ آگ میں نہ جلیں، پھر بھی کوئی جلتا ہے تو تین بڑے جُرم کر رہا ہے،

1۔ ایک تو وہ نافرمانی کر رہا ہے۔

2۔ دوسرا اللہ کی چاہت کے خلاف کر رہا ہے۔

3۔ تیسرے نمبر پر جہنم میں جا کر اپنا نقصان کر رہا ہے۔

ننانوے کا قاتل

ایک طویل حدیث کو اختصار سے پیش کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال نے صلح کا کتنا حسین نظام رکھا ہوا ہے۔

جو کچھ صلح میں ہے، وہ عقل کے ترازو پہ تولا نہیں جاسکتا۔ یہ حدیث شریف کئی سوالوں کا جواب بھی ہے اس سے پہلے ایک اور حدیث مبارکہ کا مفہوم سمجھ لیں۔

ایک آدمی ننانوے کا قاتل تھا۔

جب اُسے رحمت سے مایوس کر دیا گیا تو اُس نے سو(100) پورے کر دیئے۔

پھر اُسے کہا گیا کہ فلاں بستی میں جاؤ، تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔

رستے میں اُسکی وفات ہو گئی۔

اب ایسے میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا: "قِيسُوْا مَا بَيْنَهُمَا" جہاں سے

اوراسکی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہوتو پتہ چلنے پراس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہےاورابن قیم کے نزدیک کثیر صحابہ دوسرے شہروں میں فوت ہوتے رہےان میں سے ظاہر ہے بہت سے ایسے تھے جودشمنوں کی قید میں شہید کردیئے گئے جیسے بئر معونہ کے مقام پر ستر انصار صحابہ کرام جنکوقراء کہاجاتا تھاانکورعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان نے شہید کردیاانکی نماز جنازہ بئر معونہ پر کسی نے ادانہیں کی اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوانکی خبر بھی دی لیکن نماز جنازہ ادانہیں کی تواب ابن حزم کے قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ اورتمام صحابہ کرام (معاذاللہ) فرض کے تارک ہوئے۔

صرف سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ غائبانہ جنازہ کو یوں لازم کرکے آج بھی کروڑوں مسلمانوں کوگناہ گارقراردیاجارہاہے جنہیں یہ خبرتوہوجائے کہ فلاں مسلمان کفار کے محاصرہ میں شہید ہوگیاہے مگر اسکی نماز جنازہ ادانہ کریں۔ پتہ چلا ان غیر مقلدین کاغائبانہ جنازہ والانظریہ قابل عمل ہے ہی نہیں۔

پھرابن حزم لکھتاہے۔

فهذا امر رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمله وعمل جميع اصحابه فلا اجماع اصح من هذا۔ (المحلی بالآثار ج۳ص۳۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی ابن حزم یہ دعویٰ کررہاہے کہ غائبانہ جنازہ پڑھنااور پڑھانا یہ رسول اللہ ﷺ کاحکم بھی ہےاورعمل بھی ہےاور جمیع صحابہ کرام کابھی عمل ہے گویا کہ یہ ایسااجماع ہے کہ اس سے صحیح کوئی اجماع نہیں ہے۔

بندہ کہتاہے وہ کام جسکوکرنے کاحکم رسول اللہ ﷺ دیں اورخودعمل بھی فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ کیساتھ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کابھی عمل ہواوراجماع بھی ہولیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام زندگی بعدمیں نہ کریں اورغائبانہ جنازہ کوشعار بنانیوالےایک بھی مثال پیش نہ کرسکیں تواس سے پتہ چلتاہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکوجائز ہی نہیں سمجھتے تھے ورنہ ایک بارتوزندگی میں رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں یابعدمیں ضرورعمل کرتے۔

غیر مقلدین کیاایک بھی ایساعمل پیش کرسکتے ہیں جس میں یہ تمام صفات موجودہوں رسول اللہ ﷺ حکم بھی دیں، عمل بھی فرمائیں، آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ بھی

عمل کریں اور اس کام پر سب سے زیادہ صحیح ترین اجماع ہو جائے اور صحابہ کرام میں سے کوئی بھی زندگی بھر اس اجماعی عمل کو اختیار نہ کرے۔

اسکی جب کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی تو پتہ چلا کہ یہ ابن حزم کا بے سروپا اور من گھڑت نظریہ ہے۔

ابن حزم نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ ''غائبانہ جنازہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں پڑھا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قابل حجت ماننے سے انکار کر دیا۔

لکھتا ہے: ثم یقال لھم: لا حجة فی احد غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (المحلی بالآثار لابن حزم ج ۳ ص ۳۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حالانکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔

(جامع ترمذی حدیث ۳۸۰۵، ۳۶۶۲، مصطفی الحلبی۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۲، المیمنہ۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۱۲، ج ۸ ص ۱۵۳، بیروت۔ مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۵، بیروت۔ مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ ص ۵۳، ۲۹۵، القدسی۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۹ ص ۱۰۹، الخانجی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ان دو کی اقتداء کرو میرے بعد یعنی ابوبکر اور عمر کی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۶، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور "وفیہ فعلیہ" سنن ابن ماجہ ص ۵ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ابن حزم نے غائبانہ جنازہ کے جنون میں ساری حدیں کراس کر دی ہیں او صحابہ سے غائبانہ جنازہ ثابت نہ ہونے پر انہیں حجت ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے حالانکہ انکا عمل ہی رسول اللہ ﷺ کے حکم کا بہترین شارح ہے۔

لہذا ابن حزم نے اتنی بڑی جسارت کی ہے کہ ایک طرف تو خود رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) تارک فرائض و مستحب قرار دیا ہے اور پھر جمیع صحابہ کرام کو بھی تارک فرائض قرار دینے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنکی اقتداء و اتباع کا حکم خود رسالتمآب ﷺ نے دیا نا قابل حجت قرار دے دیا تو پھر ابن حزم کی بات کی کیا حیثیت ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غائبانہ جنازہ کے استدلال کرنے والے چند حضرات کے نام گنوائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ بات صرف استدلال کی نہیں بلکہ استدلال صحیح کی ہے۔ دوسرے نمبر پر انہیں پتہ ہونا چاہئے امام نووی اور امام قسطلانی جیسے شافعی انہیں شہداء کا غائبانہ جنازہ پڑھنے سے روکنے والے ہیں۔ مولوی مبشر صاحب نے انہیں خوامخواہ اپنا حامی سمجھا ہوا ہے۔

تیسرے نمبر پر انہوں نے چند متاخرین کی شروحات کے ناموں سے اپنے جواب کا حجم بڑھانے کی کوشش کی ہے بلکہ قاضی شوکانی جیسے لوگ جو یہاں ہمارے فریق ہیں انہیں ہی بطور گواہ پیش کرنا چاہا یہ تو ایسے ہے کہ مولوی مبشر صاحب خود ہی ایک دعویٰ پیش کریں اور کہیں کہ گواہ بھی میں آپ ہی ہوں۔ ہاں انکی بھی مجبوری تھی کہ جب گواہ نہ ملتے ہوں تو یوں کہنا ہی پڑتا ہے۔ غیر مقلدین اپنے عوام کو قاضی شوکاں کا قول پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ان سے تو یہ لوگ غائبانہ مدد مانگنے کے بھی قائل ہیں۔ غیر مقلدین کے امام وحید الزمان نے لکھا۔ قبلہ دین مددی کعبۂ ایماں مدد دے ابن قیم مدد دے قاضی شوکاں مدد دے۔

(کتاب ہدیۃ المہدی ص ۲۳، وحید الزمان، میور پریس دہلی)

کاش کہ یہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ سے ان کبار آئمہ کے اسماء کی جھلک دیکھ لیتے جنہوں نے کہا ہے کہ حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غائبانہ جنازہ کے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہ ہزاروں فقہاء، محدثین اور مفسرین نے کہا ہے۔ چند محدثین کے اسماء ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام بدر الدین محمود بن احمد العینی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۹ ص ۲۳، دار الفکر بیروت

۲۔ امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک المشہور ابن بطال۔ شرح صحیح بخاری لابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳، مکتبۃ الرشید الریاض۔

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن الجزء الثانی ص ۸۷، المکتبۃ التجاریہ۔

۴۔ امام حافظ ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی متوفی ۵۴۴ھ۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۴۱۵، دار الوفاء۔

۵۔ امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی۔ نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایۃ الجزء الثانی ص ۲۸۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

۶۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری التوفی ۱۰۶۹ھ۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ۔

۷۔ امام الحافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر القرطبی التوفی ۴۶۳ھ۔ التمھید لمافی الموطا من المعانی والاسانید ج ۳ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۸۔ امام محمد الزرقانی التوفی ۱۱۲۲ھ شرح العلامہ الزرقانی ج ۱ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۹۔ امام علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۴ ص ۴۵، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۱۰۔ امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۳، عبدالتواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ (جاری ہے)

غائبانہ جنازہ سے متعلق شبہات کا جواب: قسط نمبر ۳

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے کہ ”جلالی صاحب لکھتے ہیں یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا جلالی صاحب کے اس دعویٰ پر کوئی دلیل و برہان موجود نہیں“ اور پھر مولوی مبشر صاحب نے امام ابن العربی کا قول پیش کیا ”وما عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعمله امته“ جو عمل محمد ﷺ نے کیا آپ کی امت بھی اسے کرے گی۔

راقم کہتا ہے امام ابوبکر ابن العربی کا قول اپنی سطح پر صحیح ہے لیکن یہ اس عمل کے بارے میں ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہ ہو اور یہ کہنا کہ خصوص پر دلیل نہیں

ہے محض باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعد میں غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا پڑھانا ہی خصوص کی دلیل ہے جسکو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ڈیٹیل سے بیان فرمایا ہے اور یہ قانون خود تمہارے ہاں بھی رائج ہے بخاری شریف کی حدیث نمبر ۱۲۵۳ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعد از وصال غسل دینے والی خواتین سے فرمایا:

"فاذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه فأعطانا حقوه فقال أشعرنها اياه تعني ازاره"۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸۔ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

جب فارغ ہو جاؤ (غسل دینے سے) تو مجھے اطلاع دو (حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئیں تو آپ ﷺ کو اطلاع دی پس آپ ﷺ نے ہمیں اپنا تہبند دیا فرمایا ان کے بدن پر پہلا کپڑا یہ پہناؤ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے

" وهو أصل في التبرك بآثار الصلحين۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۶ دارالسلام الریاض)

یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے میں اصل ہے۔

مذکورہ حدیث مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۵ میں بھی موجود ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے

"ففيه التبرك بآثار الصلحين ولباسهم "۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۵)

اس میں یہ حکم ہے آثار صالحین اور انکے لباس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

اس پر تمہارے پیشوا نجدی محشی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا جس نے فتح الباری کے صرف ایسے مقامات پر حاشیہ لکھنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

ان التبرك بآثار الصلحين غير جائز و انما يجوز ذلك بالنبي صلى الله عليه وسلم خاصة لما جعل الله في جسده وماماسه من البركة واما غيره فلا يقاس عليه پھر دلیل یہ دی ان الصحابة رضي الله عنهم لم يفعلوا ذلك مع

غير النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان خيرا لسبقونا اليه"۔(فتح الباری ج ۳ ص۱۶۶،دارالسلام الریاض)

بے شک آثار صالحین سے تبرک ناجائز ہے اور سوائے اسکے نہیں کہ یہ جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسم میں اور جو چیز جسم سے لگ جائے اس میں بھی برکت رکھی ہے لیکن آپ ﷺ کے غیر کو آپ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پھر دلیل دیتے ہوئے لکھا کہ بے شک صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے غیر سے تبرک حاصل نہیں کیا اور اگر یہ (نبی ﷺ کے غیر سے تبرک حاصل کرنا) صحیح ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اسکی طرف سبقت کرتے۔

یہاں پر تمہارے اس وقت کے بہت بڑے شیخ نے تبرک کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص کرنے کیلئے دلیل صحابہ کرام کے عدم عمل کو بنایا تو پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور جنازہ پڑھا جائے رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔

اگر چہ نجدی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا یہ قول غلط ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے تبرک حاصل نہیں کیا۔

ہم آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کے قائل ہیں جس طرح کہ امام علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت گزر گئی ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی جحیفة عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبة حمراء من ادم و رأیت بلالا أخذ وضوء رسول الله صلی الله علیه وسلم و رأیت الناس یبتدرون ذلك الوضوء فمن أصاب منه شیئا تمسح به ومن لم یصب منه شیئا أخذ من بلل ید صاحبه۔

حضرت ابوجحیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چمڑے کے سرخ خیمہ میں دیکھا اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسالہ کو پکڑا اور میں نے لوگوں کو اس غسالہ کی طرف لپکتے

دیکھا پس جس نے اس میں سے کچھ پالیا اس نے وہ غسالہ مل لیا اور جس نے اس سے کچھ نہ پایا اس نے اپنے صاحب کے ہاتھ سے تری حاصل کی۔

دوسری طرف عملاً اس وقت آپ کا طبقہ رسول اللہ ﷺ سے مس کردہ چیز سے تبرک کے حصول کو بھی حرام اور شرک کہتا ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے کہ "نبی ﷺ کے ساتھ اگر یہ عمل خاص ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کو جنازہ پڑھنے کا حکم نہ دیتے"۔

ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ مولوی مبشر صاحب "آب ندیدہ موزہ کشیدہ" کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ یہ سوال اور اسکا جواب تو پہلے سے ہی قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں تحریر فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات ایسی ہیں جنکا تعلق انفرادی معاملات سے ہے اور کچھ ایسی ہیں جنکا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے ایسے معاملات میں پہلے اجتماعیت ہوگی اسکے بعد خصوصیت ہوگی یہاں چونکہ خصوصیت حبشہ میں فوت ہوجانے والے کی نماز جنازہ پڑھانے کے لحاظ سے ہے لہذا پہلے تو امامت پائی جائیگی پھر اس میں آپ ﷺ کی خصوصیت متحقق ہوگی۔ صحابہ کا ہونا تو امامت کے لحاظ سے ضروری تھا اب اس اجتماعیت کے ثابت ہوجانے کے بعد خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ثابت ہوگی۔

گویا کہ یہ خصوصیت تو پڑھانے کے لحاظ سے ہے اور صحابہ کرام پڑھانے والے نہیں بلکہ پڑھنے والے تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے "انا قائدهم اذا وفدوا وفيه انا خطيبهم اذاو فدوا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۵۱۴، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

جب انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر انسان بارگاہ ایزدی کی طرف چلیں گے تو قیادت میں کروں گا۔

جیسے یہاں محشر کے میدان میں اگرچہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے لیکن آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی قیادت کی خصوصیت برقرار رہے گی یونہی صحابہ کرام

کے نماز جنازہ میں شریک ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھانے کی خصوصیت برقرار رہے گی کیونکہ دونوں مقامات پر خصوصیت ایسی ہے جہاں پہلے اجتماعیت ہوگی تو پھر خصوصیت ہوگی۔ اگر چہ رسول اللہ ﷺ اکیلے بھی نماز جنازہ پڑھ دیتے لیکن ارادہ اجتماعی اعزاز کا فرما چکے تھے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس اقتداء میں خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ہی سمجھ رہے تھے ورنہ کوئی صحابی کسی موقع پر تو کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ضرور پڑھاتا پھر بخاری شریف کی تمام روایات میں معین کر کے فرمایا کہ اس (حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ پڑھو نہ کہ یہ فرمایا جب بھی کہیں کوئی دوسرے شہر میں فوت ہو جائے اسکی نماز جنازہ غائبانہ پڑھو۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص جن کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا صحابہ کرام نے انکی پڑھی۔ جو بھی دوسرے شہر میں فوت ہو جائے اسکی نما جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا ورنہ جن صحابہ کرام کو حکم ہوا تھا وہ کسی اور کی بھی پڑھ کے عمل کرتے تم سے کہیں زیادہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کا لحاظ تھا۔

آپکی اچھی منطق ہے جو حکم خاص بندے کیلئے تھا اسے ہر ایک کیلئے ثابت کر رہے ہو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر بھی باقاعدہ دلائل دیئے کہ یہ حکم حضرت نجاشی کے ساتھ خاص تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نام لیکر ان کی نماز جنازہ کا حکم دیا یہ حکم خاص ہے حکم سننے والوں کا موقف چھوڑ کے اسے کسی اور کے لحاظ سے دلیل بنانا قرآن وسنت کے اسلوب سے جہالت ہے۔ عرف بھی یہی ہے جس کسی کا نام لیکر کوئی کہے اسے ہزار روپیہ دے دو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے ہر ایک کو ہزار ہزار روپیہ دے دو۔

ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ غائبانہ جنازہ کا مسئلہ تو اپنی جگہ رہا لیکن اس مسئلے میں آ کر ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والے یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں اور خود صوم وصال والی حدیثیں پیش کر کے گویا یہ تسلیم کر لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والا طائفہ گمراہ ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے۔ ''نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ایک بار انجام دینا اس کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ جواز یا استحباب کیلئے ایک بار کا عمل کافی ہے

لہذا اگر کسی کام کے جواز پر ایک صحیح حدیث موجود ہو خواہ قولی ہو یا فعلی یا سکوتی تو وہ ہی کافی ہے اس کے لئے صحابہ کی جماعت کا روایت کرنا یا اس پر بعد میں عمل کا جاری رہنا کوئی شرط نہیں''۔

مولوی مبشر یہ جملے لکھتے ہوئے اپنے مسلک کی بنیاد بھول گئے اور اپنے اکابر اور اپنے نظریے کی نفی کر دی۔

حالانکہ بخاری شریف کی حدیث ۱۲۷۷ میں ہے کہ ایک خاتون نے بارگاہ رسالت میں ایک چادر پیش کی نبی اکرم ﷺ نے اسکو قبول فرمایا اور اس کو زیب تن فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا مجھے عنایت فرما دیں تو باقی صحابہ کرام نے کہا کہ تمہیں نہیں مانگنی چاہیے تھی تم جانتے ہو کہ مانگنے سے آقا علیہ اسلام ضرور عطا فرما دیتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ کو اسکی ضرورت تھی تو صحابی نے کہا

انی واللہ ما سألته لأ لبسها انما سألته لتكون كفني قال سهل فكانت كفنه۔ (بخاری ج ا ص ۱۷۰، سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل کراچی)

بے شک خدا کی قسم میں نے یہ چادر پہننے کیلئے نہیں مانگی بلکہ میں نے اس لئے مانگی ہے تا کہ یہ میرا کفن بن جائے حضرت سہل فرماتے ہیں تو وہ چادر انکا کفن بنی۔

اس حدیث شریف پر تبصرہ کرتے ہوئے اسکی شرح میں حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے تو لکھا ہے۔

" وفيه التبرك بآثار الصلحين "۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵، در السلام الریاض)

لیکن تمہارے نجدی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے جو عہد حاضر کے سعودی نجدی علماء میں سرفہرست ہیں اس مقام پر لکھا۔

هذا خطأ: والصواب المنع من ذلك... أن الصحابة لم يفعلوا ذلك مع غير النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان خيرا لسبقونا اليه الخ

یہ خطاء ہے اور صحیح اس سے منع کرنا ہے اور اس پر دلیل یہ دی کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تبرک کسی سے حاصل نہیں کیا اور اگر یہ کام صحیح ہوتا تو صحابہ ضرور اسکی طرف سبقت کرتے۔

گویا کہ مولوی مبشر صاحب ان سطور میں اپنے مسلک اور اپنے شیخ کا خود ہی رد کر رہے ہیں جب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ تبرک ثابت ہو گیا بعد میں صحابہ نہ بھی کرتے مولوی مبشر صاحب کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق یہ کام جائز رہنا چاہئے تھا۔

رہی یہ بات کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تبرک حاصل کیا یا نہ کیا تو اس کے جواز پر متعدد دلائل موجود ہیں۔

سر دست وہ حدیث پیش کر رہا ہوں جسکو غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی نے بھی روایت کیا ہے۔

عن عمير بن اسحاق قال رأيت أبا هريرة لقي الحسن بن علي فقال له اكشف عن بطنك حيث رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل فيه فكشف عن بطنه فقبله وفي رواية فقبل سرته۔(درالسحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابہ ج...ص۲۹۰،دارالفکر دمشق)

حضرت عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو ملے اور کہا کہ اپنے پیٹ سے اس جگہ سے کپڑا اٹھاؤ جہاں سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے دیکھا پس انہوں نے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابو ہریرہ نے انکو چوما اور ایک روایت میں ہے کہ انکی ناف کو بوسہ دیا۔

اس حدیث کو نقل کر کے تمہارا امام لکھتا ہے اخرجه (الحاكم) في (المستدرك) و صححه۔

حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔

قارئین! ہم نے جواب کے شروع میں کہا تھا ایک قانون جب ان کی اپنی خواہش کو ثابت کرے تو صحیح ہے لیکن وہی قانون جب ہمارے مسلک کی دلیل ہو تو غیر صحیح ہے۔ یہ بات فتح الباری کے حاشیہ کے ان مقامات سے ثابت ہے صالحین سے تبرک کو انہوں نے ناجائز کہنا تھا تو اس وقت یہی قانون صحیح تھا۔ کہ صحابہ نبی علیہ السلام کے بعد کوئی کام نہ کریں تو یہ دلیل ہے کہ وہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص ہے لیکن اپنے مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ میں اس قانون کو غلط قرار دیا۔ ایسے ہی تبرک بآثار الصالحین کے مسئلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فعل کے بعد صحابہ کا عمل بھی ضروری قرار دیا لیکن مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ کے مسئلہ پر کہ جب یہ قانون اپنے ہی گلے پڑا تو مولوی مبشر صاحب نے لکھ دیا۔

''نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ایک بار انجام دینا اس کے جواز کی دلیل ہے''۔

پھر لکھا ''اس کیلئے صحابہ کی جماعت کا روایت کرنا یا بعد میں عمل کا جاری رہنا کوئی شرط نہیں''۔

قارئین یہ نتیجہ ہے خواہش کی تقلید کرنے کا جسکا نظارہ تمہارے سامنے ہے۔

اصغر علی وڑائچ نے اپنے کالم میں لکھا تھا '' جہاں قرآن مجید فرقان حمید کے حکم کے بعد حضرت محمد ﷺ کا عمل مبارک موجود ہو وہاں کسی بھی مسلمان کی اپنی ذاتی فکری تاویلات تصریحات مسلمان امت کو رسالتمآب ﷺ کے عمل پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں نہیں کرسکتیں خواہ ان تاویلات وتصریحات کو پیش کرنے والا کوئی کتنا بڑا اور کتنی ہی عالمی شہرت رکھنے والا کوئی عالم دین کیوں نہ ہو''۔

مذکورہ بالا عبارت کا جواب دیتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا۔

''اگر شریعت مطہرہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات ہیں ان کا لحاظ نہ کرتے ہوئے صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک موجود ہونے کی صورت میں اوروں کو اس عمل سے روکنا جائز نہیں ہے تو بیک وقت چار سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی سے بھی کسی کو نہیں روکنا چاہئے''۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے تو اصغر علی وڑائچ کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے محض عمل کو ہی دیکھا جائے تو عمل چار سے زائد بیویوں کے بارے میں بھی ہے حالانکہ امتی کیلئے جائز نہیں ہے یعنی یہ ثابت کیا کہ صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہونا کافی نہیں اس عمل کا رسول اللہ ﷺ کیساتھ خاص نہ ہونا بھی ضروری ہے تب امت کیلئے جائز ہوگا جب چار سے زائد عورتوں سے شادی سے جو منع کیا گیا ہے۔ تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہونے کے باوجود دیگر دلائل کی وجہ سے منع کیا گیا ہے جن کا خلاصہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے تو مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی عبارت سمجھے بغیر آگے اس بات پر دلائل دینا شروع کر دیئے کہ امت کیلئے چار سے زائد بیویاں جائز نہیں ہے اور ڈاکٹر صاحب کے بارے میں زبان طعن دراز کی ہے۔ میں

کہتا ہوں کہ جو بندہ بندے کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا وہ خالق کے کلام کو کیا سمجھ پائے گا۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے۔

جلالی صاحب چار سے زائد بیویاں جب رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے امت کو چار سے زائد کی اجازت نہیں دی آپ پر لازم ہے آپ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے جس طرح امت کو چار سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں دی کیا اسی طرح غائبانہ جنازہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں دی کوئی ایک آیت یا ایک حدیث صحیح پیش فرمادیں یا عورتوں کے مسئلہ کی طرح امت کا اجماع پیش کردیں کہ پوری امت مسلمہ کے علماء مجتہدین کا اکٹھ ہو چکا ہے کہ جنازہ غائبانہ جائز نہیں"۔

اس عبارت میں مولوی مبشر صاحب نے واضح کیا کہ جو میت دوسرے شہر میں ہو اسکی نماز جنازہ کو چار بیویوں سے زائد کیساتھ نکاح کی طرح نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ چار بیویوں کیساتھ نکاح کی طرح سمجھنا چاہئے یعنی چار بیویوں سے نکاح ہر مسلمان کیلئے مشروط طور پر جائز ہے ایسے جو میت دوسرے شہر میں ہو اسکی نماز جنازہ صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے نہیں بلکہ ہر امتی کیلئے جائز ہے۔

مولوی مبشر صاحب پر لازم ہے کہ چار بیویوں کیساتھ نکاح پر تو قرآن مجید کی نص موجود ہے تمہارے مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں کس آیت میں حکم موجود ہے یا کسی حدیث صحیح میں یا اس کے پڑھانے پر صحابہ کا کون سا اجماع پایا گیا ہے؟۔

میں کہتا ہوں۔ اس کے بارے میں آیت ہے نہ حدیث صحیح بلکہ صحیح کیا ضعیف بھی نہیں۔ کیونکہ حدیث نجاشی میں حکم جمیع امت کو نہیں صرف صحابہ کرام کو تھا اور وہ بھی صرف حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں تھا جنہیں ان کا جسم نظر آرہا تھا۔

اجماع صحابہ تمہارے مذعومہ غائبانہ جنازہ نہ پڑھنے پر ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ترک سے یہی ثابت کیا ہے۔ مولوی مبشر صاحب اپنے لازم کو بھول کر ہم سے جو ہم پے لازم نہیں وہ پوچھ رہے ہیں۔

مولوی مبشر صاحب ذرا اصول بھی دیکھ لیجئے خاصہ کی تعریف جو ہر کسی نے کی ہے وہ یہ ہے۔ "خاصة الشئ ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره"

شئے کا خاصہ اسی شئے میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا۔ آگے اسکی دوسری صورتیں ہیں کبھی تو وہ خاصہ مطلقا اس شئے کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا نہ خود نہ ہی اس کا بعض حصہ۔ کبھی وہ خود نہیں پایا جاتا لیکن اس کا بعض پایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا چار سے زائد بیویوں کیساتھ نکاح کے جائز ہونے والا خاصہ رسول اللہ ﷺ کا دوسری قسم کا ہے۔ میت دوسرے شہر میں ہو تو نماز جنازہ پڑھنا یہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی قسم کا خاصہ ہے کیونکہ یہ حکم چار سے زائد بیویوں سے نکاح جو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے اس کا بعض بھی چار عورتوں سے نکاح یہ امت کیلئے بھی جائز ہے لیکن میت دوسرے شہر میں ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ خاصہ ہے کہ جس کا بعض بھی رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی کیلئے جائز قرار نہیں دیا گیا۔

لہذا اندعومہ غائبانہ جنازہ والے خاصہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑھنا اور تقاضا کے باوجود باقی امت کے لحاظ سے خاموشی ہی خاصہ کی دلیل ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا اور بعد والی امت نے ان کی سمجھ سے یہی خاصہ سمجھ لیا ہے لہذا اہم پر اصول کے لحاظ سے اور دلیل لازم نہیں جبکہ مولوی مبشر پر لازم ہے۔ چار کیساتھ نکاح کے جواز کی طرح کی دلیل غائبانہ نماز جنازہ پر بھی لائیں جس کا معیار انہوں نے خود بیان کیا ہے ایک آیت یا ایک حدیث صحیح یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم جبکہ ان کے پاس ان میں سے غائبانہ جنازہ پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ (جاری ہے)